فروغِ رواداری اور قیامِ امن میں صوفیہ کا کردار

The Role of Sufis in the Dissemination of Tolerance and Establishment of Peace

Dr. Kareem Khan

Lecturer, Department of Islamic Studies,

Gujrat University, Gujrat

Abstract

Islam is a religion of peace and safety. There is no scope for oppression and aggression in Islam. This is a preaching and missionary religion. Esteemed Muslim mystics always promoted affability and courtesy by dint of their clean character, sincere efforts, humble services and attractive behavior. They did their best to establish peace in society and in the entire world as well. So as a matter of fact these esteemed and respected mystics are the main and real medium and source of flourishing and expansion of Islam. Consequently, there is a great need in the current era to follow the character of these esteemed mystics. In this article the same character of these esteemed mystics is discussed.

Key Words: Mystics, Tolerance, Sublime Character, Spread of Islam, Peace, Safety

اسلام امن وسلامتی کا دین ہے، جس میں جبر واکراہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے، (۱) یہ مذہب تبلیغی ہے اور اس وقت دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں اقلیت واکثریت کی صورت میں اس کے ماننے والے موجود ہیں اور تقریباً اٹھاون ممالک کا ریاستی مذہب اسلام ہے، ازمنہ سابقہ اور حالیہ میں صلیبیوں، ترکوں اور تاتاریوں نے مسلمانوں کو سختی کے ساتھ کچلنے کی کوششیں بھی کیں۔ لیکن اکثر ایسا ہوا کہ فاتحین نے ہی اسلام قبول کیا، اور پھر اس کی تقویت کا باعث بنے۔ اسی حقیقت کے بارے میں پروفیسر تھامس آرنلڈ نے کہا تھا:

''اگرچہ عظیم الشان اسلامی سلطنت کے حصے بکھر گئے، اور اسلام کی سیاسی قوت کو زوال آ گیا، لیکن دین اسلام کی روحانی فتوحات بدستور، بے روک ٹوک جاری رہیں۔ (۲)

یہ امر قابل غور ہے کہ اسلام نے اپنے سیاسی زوال اور انحطاط کے زمانے میں بھی بعض نہایت شاندار روحانی فتوحات حاصل کیں، مثلاً اسلام کی تاریخ میں دو موقعے ایسے آئے ہیں، جبکہ وحشی کفار نے مسلمانوں کو سختی کے ساتھ پامال کیا، سلجوق ترکوں نے گیارہویں صدی اور تاتاریوں نے تیرہویں صدی میں، مگر ان دونوں موقعوں پر فاتحین نے اسی قوم کا مذہب اختیار کر لیا جس کو انہوں نے مغلوب کیا تھا۔ مسلمان مبلغین نے اپنا مذہب وسطی افریقہ، چین اور جزائر ہند میں بھی پھیلایا، حالانکہ ان کو وہاں کسی دنیوی حکومت کی امداد حاصل نہ تھی۔ (۳)

یہ وہ روحانی قوت ہے، جو ہمیشہ اسلام کی تقویت کا باعث بنی ہے، جسے اہل اسلام تصوف سے تعبیر کرتے ہیں اور ایک صوفی اسی کا سانچا و کردار ہے، اسی لیے حکومتیں مسلم ہوں، یا غیر مسلم صوفیہ کرام نے اپنے کردار وعمل سے رواداری کو فروغ دیا اور مختلف مذاہب وقومیتوں کے باوجود امن قائم کیا۔ اس لیے اسلام کے پھیلاؤ کا اصل سبب یہی روحانی قوت اور صوفیہ کا کردار ہے۔ عصر حاضر میں رواداری کو فروغ دینے اور امن قائم کرنے کے لیے اسی کردار کو اپنانے کی ضرورت ہے، اس بارے میں قرآن وحدیث کی تعلیمات کیا ہے؟ اور صوفیہ کرام کا کردار عمل کیا ہے؟ اس مضمون میں اختصار کے ساتھ اسے بیان کیا جاتا ہے:

فریضہ تبلیغ:

اسلام کی تاریخ میں فریضہ تبلیغ ایسی چیز نہیں کہ اس کا خیال بعد کے زمانے میں پیدا ہوا ہو۔ یہ وہ فرض ہے جو مسلمانوں پر ابتداہی سے عائد کر دیا گیا تھا، جیسا کہ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات سے ثابت ہے:

''اُدْعُ إِلٰى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ

أَحْسَنُ"۔(۴)

یعنی اے رسول ﷺ لوگوں کو اپنے پروردگار کے راستے کی طرف دانائی اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان کے ساتھ ایسے طریق پر مباحثہ کرو، جو بہت اچھا ہو۔

لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكاً هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْأَمْرِ وَادْعُ إِلَى رَبِّكَ إِنَّكَ لَعَلَى هُدًى مُّسْتَقِيمٍ وَإِن جَادَلُوكَ فَقُلِ اللهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ۔(۵)

ہم نے ہر امت کے لئے ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے جس پر وہ چلتی ہے۔ پس اس بارے میں تجھ سے کوئی نہ جھگڑے اور تو اپنے پروردگار کی طرف بلا۔ بے شک تو سیدھے راستے پر ہے۔ اور اگر لوگ تجھ سے جھگڑیں تو کہہ دے کہ جو تم کرتے ہو اس کو اللہ خوب جانتا ہے۔

جبر واکراہ کی ممانعت:

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اسلام ابتداء ہی سے نظریہ اور عمل، دونوں کے اعتبار سے ایک تبلیغی مذہب رہا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت اس امر کی روشن مثال ہے اور آپ ﷺ خود مبلغین اسلام کے اس طویل سلسلے کے سرخیل ہیں، جنہوں نے کفار کے دلوں میں اپنے دین کے لئے راہ پیدا کی۔ اگر اسلام کے تبلیغی جوش کا ثبوت تلاش کرنا ہو تو اسے کسی جابر شخص کی ایذا رسانی یا متعصب آدمی کے غیظ وغضب میں ڈھونڈنا عبث ہے، اسی طرح مسلم مجاہد کی وہ خیالی تصویر بھی حقیقت سے بہت دور ہے جس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں قرآن دکھایا گیا ہے۔(٦) اسلام کی صحیح روح کا مظہر وہ مسلمان مبلغ اور تاجر ہیں، جنہوں نے نہایت خاموشی کے ساتھ اپنے دین کو روئے زمین کے ہر خطے میں پہنچایا ہے۔ تبلیغ دین کے یہ پرامن طریقے صرف اس زمانے میں ہی اختیار نہیں کیے گئے جبکہ سیاسی حالات نے جبر واکراہ کے استعمال کو ناممکن یا خلاف مصلحت بنا دیا تھا، بلکہ قرآن شریف کی بہت سی آیات میں ایسے پرامن طریقوں کی سخت تاکید آئی ہے۔

پرامن تبلیغ کی تاکید:

دین اسلام پرامن تبلیغ کا داعی ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

"وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنزِلَ إِلَيْنَا وَأُنزِلَ إِلَيْكُمْ وَإِلَهُنَا وَإِلَهُكُمْ وَاحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ

مُسلِمُونَ"۔(٧)

اہل کتاب کے ساتھ، سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا ہے، جھگڑا مت کرو مگر ایسے طریقے سے جو بہت اچھا ہو اور کہہ دو کہ ہم اس پر جو ہم پر اتارا گیا ہے اور تم پر اتارا گیا ہے، ایمان رکھتے ہیں۔ اور ہمارا اللہ اور تمہارا اللہ ایک ہے، اور ہم اسی کو مانتے ہیں۔

فروغ رواداری اور قیام امن کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات:

امام بخاری حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، اور مہاجر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی منع کردہ چیزوں کو چھوڑ دے۔''(٨)

مثالی مسلمان:

''المسلم'' اور ''المسلمون'' کے شروع میں لام تعریف کا مخصوص معنیٰ ہے، مثالی مسلمان وہ ہے، جو امن وآشتی اور اعتماد کے ماحول میں گھل مل جاتا ہے۔ اس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمانوں کو تکلیف نہیں پہنچتی یہاں وہ شخص مراد نہیں، جس کے شناختی کارڈ پر لکھا ہوا ہو کہ وہ مسلمان ہے، بلکہ حقیقی مسلمان اور مثالی مومن کے اوصاف زیر بحث ہیں۔

حدیث میں ''المسلم کے شروع میں لام تعریف عہد کے لیے ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی صیغہ صفت کو کسی قید کے بغیر ذکر کیا جائے تو اس صفت کا کامل ترین فرد مراد ہوتا ہے، چنانچہ جب المومن کہا جاتا ہے تو اس سے ''مومن کامل'' کا تصور ذہن میں آتا ہے۔ حدیث میں مذکور ''المسلم سے بھی کامل مسلمان مراد ہے۔

مسلمان اور سلامتی:

دائرہ اسلام میں مکمل طور پر داخل ہونے کے لیے ارکان اسلام نماز، روزہ، زکوۃ اور شہادتین کی ادائیگی ضروری ہے، جسے آیت مبارکہ ''ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّة'' اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔''(٩) نے ''سلم'' میں داخل ہونے سے تعبیر کیا ہے، یعنی وہ سلامتی کے سمندر میں اپنا بادبان کھول کر اپنی کشتی چلاتا ہے۔ ایسا شخص ہر دم ہر سو سلامتی کی مہک پھیلاتا ہے۔ لوگ اس میں صرف بھلائی پاتے اور اس سے خیر ہی کی توقع رکھتے ہیں۔(١٠)

تین حقوق: اللہ کا حق، ریاست کا حق اور دین کا حق:

حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت کرتے ہیں کہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور سمع واطاعت کی وصیت کرتا ہوں، اگر چہ تم پر حبشی غلام امیر بنا دیا جائے۔ تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا، وہ بہت سے اختلاف دیکھے گا۔ لہٰذا میری اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھنا اور نئی نئی باتوں سے بچنا، کیونکہ وہ بدعت گمراہی ہے۔''(۱۱)

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین حقوق کا ذکر فرمایا ہے:

اول: تقویٰ جو اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔

دوم: سننا اور اطاعت اختیار کرنا، جو حکومت چلانے والوں کا حق ہے۔

سوم: سنت کے ساتھ تعلق قائم رکھنا، جو دین کا حق ہے۔(۱۲)

مسجد میں پیشاب کرنے والے بدوی کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا برتاؤ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

ہم مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ بیٹھے تھے کہ ایک بدوی مسجد میں آیا اور اس نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ نے اسے روکنا چاہا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اسے نہ روکو بلکہ اسے (اپنے حال پر) چھوڑ دو۔'' چنانچہ صحابہ نے اسے کچھ نہ کہا، یہاں تک کہ وہ پیشاب سے فارغ ہو گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بلا کر ارشاد فرمایا: ''یہ مساجد پیشاب اور گندگی کے لیے نہیں ہیں۔ یہ تو اللہ کے ذکر، نماز اور تلاوت قرآن کے لیے ہیں۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی کو حکم دیا، جس نے پانی کا ایک ڈول لا کر اس پر بہا دیا۔(۱۳)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عیسائی وفدِ نجران کو مسجد نبوی میں ٹھہرانا اور نماز پڑھنے کی اجازت دینا:

فتح مکہ کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی کو تبلیغ اسلام کے لیے نجران بھیجا مگر ان کی تبلیغی مساعی کا نجران کے نصاریٰ نے کوئی اثر قبول نہ کیا، بلکہ الٹا ان پر طرح طرح کے اعتراضات کیے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے واپس آ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صورت حال سے آگاہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت نجران کے نام ایک مکتوب ارسال فرمایا۔

اس نامہ مبارک کے موصول ہونے پر اہل نجران نے ۹ ہجری میں ساٹھ آدمیوں پر مشتمل اپنا ایک وفد

مدینہ منورہ بھیجا۔ اس وفد میں اسقف، سید اور عاقب سمیت نجران کے بڑے بڑے معززین اور شرفا شامل تھے۔ ان لوگوں کے لیے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحن میں خیمے لگا دیے گئے اور انہوں نے وہیں قیام کیا، یہ لوگ غالباً اتوار کے دن مدینہ منورہ پہنچے تھے، جو ان کا یوم عبادت تھا، چنانچہ انہوں نے اپنے طریقے پر مسجد نبوی میں نماز پڑھنی چاہی، تو صحابہ نے اعتراض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''پڑھنے دو۔'' اجازت ملنے پر انہوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے اپنی نماز پڑھی۔ ان لوگوں نے خاصی مدت مدینہ منورہ میں قیام کیا، اس دوران حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو برابر حق کی طرف بلاتے رہے اور ان کے طرح طرح کے سوالوں کا جواب وحی کی رو سے دیتے رہے۔ (۱۴)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عیسائی غلام:

سیدنا عمر فاروق کا ایک نصرانی غلام تھا، اس کا نام ''اشق'' تھا اس کا بیان ہے کہ میں حضرت عمر کا نصرانی غلام تھا، آپ نے مجھ سے کہا: مسلمان جاؤ تاکہ مسلمانوں کے بعض معاملات میں تم سے میں مدد لیا کروں، کیونکہ ہمارے لیے یہ مناسب نہیں کہ مسلمانوں کے معاملے میں ان لوگوں سے مدد لوں، جو غیر مسلم ہیں۔ لیکن میں نے انکار کر دیا، تو آپ نے فرمایا: لَاَ اِكْرَاهَ فِيْ الدِّيْن (۱۵) 'دین اسلام میں زبردستی نہیں۔''

اور جب آپ کی وفات قریب ہوئی تو آپ نے مجھے آزاد کر دیا اور کہا: تمہاری جہاں مرضی ہو، چلے جاؤ۔ (۱۶)

حضرت امام حسن اور اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا حضرت حجر بن عدی کی تحریک کا ساتھ نہ دینا:

تیسری صدی ہجری کے مشہور مؤرخ حضرت ابوحنیفہ دینوری حضرت امیر معاویہ اور حضرت امام حسن کے درمیان صلح ہو جانے کے بعد کے حالات لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں:

مؤرخین کا کہنا ہے کہ (صلح کے بعد) حضرت حسن بن علی کی ملاقات سب سے پہلے حجر بن عدی سے ہوئی، انہوں نے حضرت حسن کو ان کے اس فعل پر شرم دلائی اور دعوت دی کہ حضرت معاویہ سے لڑائی دوبارہ شروع کر دیں۔ اور کہا کہ: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے! کاش کہ میں یہ واقعہ دیکھنے سے پہلے مر جاتا، تم نے ہمیں انصاف سے نکال کر ظلم میں مبتلا کر دیا، ہم جس حق پر قائم تھے، ہم نے وہ چھوڑ دیا اور جس طرح باطل سے بھاگ رہے تھے، اس میں جا گھسے، ہم نے خود ذلت اختیار کر لی اور اس پستی کو قبول کر لیا جو ہمارے لائق

نہیں تھی۔

اس کے بعد علامہ الدینوری لکھتے ہیں کہ حضرت حسن کو حضرت حجر بن عدی کی یہ بات ناگوار گزری، اور انہوں نے جواب میں اس صلح کے فوائد سے آگاہ فرمایا لیکن حضرت حجر بن عدی راضی نہ ہوئے اور حضرت حسین کے پاس پہنچے اور ان سے کہا:

اے ابوعبداللہ! تم نے عزت کے بدلے ذلت خرید لی، زیادہ کو چھوڑ کر کم خرید لیا، بس آج ہماری بات مان لو پھر عمر بھر نہ ماننا، حسن کو ان کی صلح پر چھوڑ دو اور کوفہ وغیرہ کے باشندوں میں سے اپنے شیعہ (حامیوں) کو جمع کر لو اور یہ مقدمہ میرے اور میرے دوست کے سپرد کر دو، ہند کے بیٹے (حضرت معاویہ) کو ہمارا پتہ صرف اس وقت چلے گا جب ہم تلواروں سے اس کے خلاف جنگ کر رہے ہوں گے۔

لیکن حضرت امام حسین نے بھی انہیں یہی جواب دیا کہ ''انا قد بایعنا وعاھدنا، ولا سبیل الی نقض بیعتنا''، ہم بیعت کر چکے، عہد ہو چکا، اب اسے توڑنے کی کوئی سبیل نہیں۔(۱۷)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ابوحنیفہ کا حضرت زید بن علی شہید کے ساتھ عملاً جہاد میں شریک نہ ہونا:

امام ابواعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت زید بن علی شہید کے حق میں فتویٰ جہاد بھی دیا اور مالی مدد بھی کی، لیکن عملاً ان کے ساتھ جہاد میں شریک نہ ہوئے۔ مآل کے اعتبار سے آپ کا یہ فیصلہ کتنا اہم، سودمند اور اسلام کی تقویت کا باعث بنا، اس کے لیے صرف ایک لمحہ کے لیے اتنا ہی غور کر لیں تو کافی ہے کہ اگر آپ حضرت زید شہید کے ساتھ شریک جہاد ہو کر (۱۲۱ھ) میں شہید ہو جاتے، تو بعد میں جو فقہ حنفی کی تدوین ہوئی، ہزاروں فقہاء اور علماء مستفید ہوئے اور آج تک دنیا امام صاحب کے علم سے مستفید ہو رہی ہے، اس کا کیا ہوتا؟(۱۸)

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت منصور حلاج کے قتل کا فتویٰ دینا:

حضرت حسین بن منصور حلاج حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مندوں میں سے تھے، جب حضرت منصور نے نعرہ ''انا الحق'' بلند کیا، تو مملکت عباسیہ میں بہت حالات خراب ہو گئے، اس پر باقی علماء کی طرف سے خلیفہ وقت پر زور دیا گیا کہ حضرت منصور حلاج کو پھانسی دی جائے، جس پر خلیفہ نے کہا: کہ اگر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ان کے قتل کا فتویٰ دیں، تو میں پھانسی چڑھا دوں گا، جس کے جواب میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسین بن منصور حلاج کے قتل کا فتویٰ دیا اور اس کے بعد حالات پرسکون ہوئے، اس بارے میں حضرت فریدالدین عطار لکھتے ہیں:

''جس دن ائمہ نے فتویٰ دیا کہ حسین کو قتل کر دینا چاہیے، حضرت جنید اس دن جامہ تصوف پہنے ہوئے تھے۔ انہوں نے فتویٰ لکھا کیونکہ خلیفہ کا یہ فرمان تھا کہ تحریر حضرت جنید کی ہو۔ آپ نے دستار اور جبہ پہنا اور مدرسہ پہنچے، جہاں آپ نے جواب فتویٰ لکھا ہے''**نحن نحکم بالظاهر**''یعنی ظاہر حال کے مطابق وہ گردن زدنی ہے اور فتویٰ ظاہر پر ہے، باطن کا حال خدا جانے۔''(۱۹)

حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا پرتھوی راج کے بیٹے کو بادشاہ بنوانا:

مسلم حکمران شہاب الدین غوری نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی حکم پر جب دوبارہ پرتھوی راج کو شکست دینے کے لیے ہندوستان پر حملہ کیا، تو اس معرکہ میں پرتھوی راج قتل ہوا۔ تو حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے شہاب الدین کو راجہ کولہ (بیٹا پرتھوی راج) کو اجمیر کا حکم مقرر کرنے کا مشورہ دیا، جس پر شہاب الدین غوری نے ہندو راجہ کولہ کو حکم مقرر کیا، اس کی وجہ سے اجمیر میں امن و سکون قائم ہوا۔ (۲۰)

شیخ جمال الدین کا ایک جملہ جسے سن کر بادشاہ تیمور خان مسلمان ہوا:

پروفیسر تھامس آرنلڈ لکھتے ہیں:

''چند برس کے بعد ہم کاشغر کے پہلے مسلمان حکمران کا ذکر سنتے ہیں، جس نے چغتائی سلطنت کے زوال کے بعد ایک الگ مملکت قائم کی تھی۔ اس کا نام تولق تیمور خاں (۱۳۴۷ءتا۱۳۶۳ء) تھا۔ روایت ہے کہ اس نے بخارا کے ایک بزرگ شیخ جمال الدین کی تبلیغ سے اسلام قبول کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ شیخ چند مسافروں کے ساتھ نادانستہ طور پر تولق تیمور کی شکارگاہ میں داخل ہوگیا اور خان نے حکم دیا کہ اس کی مشکیں باندھ کر اس کے سامنے حاضر کیا جائے۔ خان نے ان سے غضبناک ہو کر پوچھا، کہ تم لوگوں نے ہمارے شکار میں خلل ڈالنے کی کیسے جرات کی، شیخ نے جواب دیا کہ ہم بالکل اجنبی ہیں اور اس بات سے مطلق آگاہ نہ تھے کہ ہم ایک ممنوعہ قطعہ زمین میں داخل ہو رہے ہیں۔ جب خان کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ ایرانی ہیں تو اس نے کہا: کہ ایک ایرانی سے تو ایک کتا بھی بہتر ہوتا ہے، شیخ نے کہا: کہ''ہاں سچ ہے، اگر ہم دین برحق پر نہ ہوتے تو اس صورت میں ہم یقینا کتوں سے بھی بدتر تھے۔'' شیخ کے اس جواب سے خان بہت متاثر ہوا اور اس نے حکم دیا کہ جب ہم شکار

سے واپس آئیں تو اس جرات مند ایرانی کو ہمارے سامنے حاضر کیا جائے۔ چنانچہ خان نے شیخ کو الگ لے جا کر پوچھا کہ ''دین برحق'' کیا چیز ہے اور اس سے تمہاری کیا مراد ہے؟ یہ سن کر شیخ نے اسلام کے عقائد ایسی سرگرم جوشی اور ایسے دینی ولولے سے بیان کیے کہ خان کا دل، جو پہلے پتھر کی طرح سخت تھا، موم کی مانند پگھل گیا۔ پھر شیخ نے حالتِ کفر کا ایسا ہیبت ناک نقشہ کھینچا کہ خان کو اپنے بے بصیرت اور گمراہ ہونے کا یقین ہو گیا۔لیکن اس نے کہا کہ 'اگر میں اسی وقت دین اسلام کا اظہار کروں تو میں اپنی رعایا کو راہ راست پر نہ لاسکوں گا۔ لہٰذا تم کچھ عرصے کے لیے صبر وتحمل سے کام لو۔ جب میں اپنے باپ دادا کی سلطنت کا مالک بنوں گا تو اس وقت تم میرے پاس پھر آنا'۔''

اس زمانے میں چغتائی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر چند چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو چکی تھی اور کئی برسوں کے بعد تو قلق تیمور تمام سلطنت کو جمع کرنے اور اس پر اپنی حکمرانی قائم کرنے میں کامیاب ہوا تھا۔ اس اثناء میں شیخ جمال الدین اپنے ملک کو واپس جا چکا تھا۔ وطن پہنچ کر وہ سخت بیمار ہو گیا اور جب اس کی موت کا وقت قریب آیا، تو اس نے اپنے بیٹے رشید الدین کو اپنے پاس بلایا اور اس سے کہا کہ تو قلق تیمور ایک دن بڑا بادشاہ بننے والا ہے۔ اس وقت اس کے پاس ضرور جانا اور اس کو میرا اسلام پہنچانا اور اسے بے خوف وخطرہ وہ وعدہ یاد دلانا، جو اس نے مجھ سے کیا تھا۔ چند سال کے بعد جب تو قلق تیمور اپنے باپ دادا کا تخت وتاج حاصل کر چکا تو رشید الدین خان مذکور کر کے لشکر میں جا پہنچا تا کہ اپنے والد کی وصیت پوری کرے لیکن باوجود اپنی تمام کوششوں کے وہ خان کے دربار میں باریاب نہ ہو سکا۔ آخر کار مجبور ہو کر اس نے یہ تدبیر کی ایک دن علی الصبح اس نے خان کے خیمے کے پاس اذان کہنی شروع کر دی۔ جب اس طرح تو قلق خان کی نیند خراب ہوئی تو اس نے غضبناک ہو کر رشید الدین کو اپنے سامنے بلوایا، اور رشید الدین نے حاضر ہو کر اپنے باپ کا پیغام پہنچایا۔

تو قلق تیمور کو اپنا وعدہ فراموش نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ اس نے کہا کہ جب سے میں تخت پر بیٹھا ہوں، جو وعدہ میں نے کیا تھا وہ میرے ذہن میں تھا لیکن جس شخص سے میں نے کیا تھا وہ پھر کبھی نہ آیا۔ بہر حال اب میں تمہارا خیر مقدم کرتا ہوں۔'' اس کے بعد تو قلق خان نے کلمہ شہادت پڑھا اور مشرف با سلام ہوا اور بقول ابو الغازی ''اس صبح کو آفتاب اقبال نے توفیق الٰہی کے افق سے طلوع کیا اور کفر کی تاریک رات کافور ہو گئی، اس کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا کہ تبلیغ اسلام کے لیے مغل شہزادوں سے فرداً فرداً گفتگو کرنی چاہیے۔ جو لوگ اسلام قبول کریں تو یہ بات ان کے حق میں اچھی ہوگی مگر جو لوگ انکار کریں، ان کو کافر اور بت پرست سمجھ کر قتل کر دینا

چاہیے۔

جس شخص کا سب سے پہلے اظہار لیا گیا وہ میر تولک تھا۔ خان نے اس سے پوچھا ''کیا تم اسلام قبول کرو گے؟ اس پر وہ پھوٹ کر رونے لگا اور کہنے لگا کہ ''تین سال ہوئے جب کاشغر کے چند مقدس آدمیوں نے میرے سامنے اسلام کی تبلیغ کی تھی اور میں مسلمان ہو گیا تھا لیکن تمہارے خوف سے میں نے اس کا اعلان نہیں کیا۔'' پھر تو قلق خان اٹھا اور اس کو گلے لگا لیا اور پھر تینوں اکٹھے بیٹھ گئے۔ اس طرح سے انہوں نے شہزادوں سے یکے بعد دیگرے گفتگو کی اور ان سب نے اسلام قبول کر لیا۔(۲۱)

حضرت میاں میر قادری رحمۃ اللہ علیہ کا سکھ تالاب گولڈن ٹمپل امرتسر کا سنگ بنیاد رکھنا:

حضرت میاں میر قادری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی معاصر گُرو سے دوستی تھی اور سکھ روایات کے مطابق امرتسر کے مشہور تالاب کا سنگ بنیاد حضرت میاں میر سے رکھوایا گیا۔(۲۲)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی رواداری سے متعلق تعلیمات:

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس لکھتے ہیں:

''آپ تمام ائمہ کی جلالت شان کے قائل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ حتی الامکان اقوال مجتہدین کو جمع کرنے کی پوری کوشش کرتے تاکہ متفق علیہ قول پر عمل واقع ہو جائے۔ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خواجہ بدرالدین سرہندی لکھتے ہیں: ''حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک عرصے تک پشمینے کے ایک مصلیٰ پر نماز ادا فرماتے رہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک میں پشمینے پر سجدہ مکروہ ہے اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ جمع مذہب کا تھا، تو آپ نے سجدے کی جگہ ٹاٹ کا ایک ٹکڑا سی لیا۔''(۲۳)

نماز کی امامت حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ خود کرواتے۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے خواجہ ہاشم کشمی لکھتے ہیں:

''آپ نے فرمایا: شافعیہ اور مالکیہ اس مذہب پر ہیں کہ سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر نماز درست نہیں، لہٰذا امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھتے ہیں اور احادیث صحیحیہ اس بھی بات پر دلالت کرتی ہیں، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے اور جمہور فقہائے احناف کا بھی یہی مسلک ہے۔''(۲۴)

آپ نے یہ بھی فرمایا: کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دو یا تین حصہ حق ہے اور تہائی یا چوتھائی حق امام

شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے حق آگے نہیں گیا۔(٢٥)

فروعی مسائل میں راہ اعتدال:

فروعی مسائل میں حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اعتدال کی راہ اپنائی۔ حنفی المسلک ہونے کے باوجود تمام آئمہ کی جلالت شان کے قائل تھے اور ان سے محبت کا دم بھرتے تھے۔ صاحبزادگان کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

> ''باوجودیکہ میں مذہب حنفی کا پابند ہوں لیکن مجھے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے گویا ذاتی محبت ہے، ان کو بزرگ سمجھتا ہوں۔ یہ وجہ ہے کہ بعض نفلی اعمال میں ان کے مذہب کی تقلید کرتا ہوں۔''(٢٦)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہبی رواداری سے متعلق نقطہ نظر:

شاہ ولی اللہ نے ان مسائل پر جن کی وجہ سے شیعہ سنی اختلافات پیدا ہوئے۔ کئی سیر حاصل کتابیں لکھیں۔ ازالہ الخفا میں انہوں نے بالتفصیل مختلف خلفاء کے خصائل اور ان کے حق خلافت پر تبصرہ کیا اور اپنی رائے یہ ظاہر کی، کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قطعی اشاروں کے مطابق خلفاء کی ترتیب وہی ہونی چاہیے تھی جو فی الواقع ہوئی لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل گننے میں آپ کسی شیعہ سے پیچھے نہیں رہے بلکہ فیوض الحرمین میں کہتے ہیں: میری طبیعت اور میرے فکر کو جب اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے تو دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دیں اور دونوں کو حضرت سے شدید محبت ہے، اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ تفضیل شیخین (یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت) کے معاملے میں اولیت کا عقیدہ ایک ایسی چیز ہے کہ میرے ذاتی میلانات کے خلاف مجھے اس کے ماننے کا حکم ہوا۔ افسوس ہے کہ مجھ میں اس طرح کی متناقض اور متضاد باتیں ہیں، لیکن مجھ میں جو شدید جامعیت یعنی تمام باتوں کو دھیان میں رکھنے کی خاصیت ہے یہ اسی کا نتیجہ ہے۔(٢٧)

پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہبی اختلافات ختم کرنے کے لیے راہ اعتدال اپنانے کی تلقین:

آپ لکھتے ہیں:

> ''اللہ تعالیٰ کو اعتدال اور میانہ روی ہر کام میں پسند ہے اور یہ صراط مستقیم ہے، جس کی درخواست کے لیے ہم مامور ہیں، غلو اور تجاوز، گو دین ہی میں ہو، موجب ضلالت وغضب

الٰہی ہے، بہت سے ایسے کام ہیں، جو فی ذاتہ صحیح بلکہ منجملہ اسباب کمال ایمان کہلانے کے مستحق ہوتے ہیں، باوجود اس کے بوجہ غلو حد سے بڑھ جانے کے بدطینت اور فاسد الرائے انسان انہی امور صحیحیہ سے نتائج فاسدہ استنباط کر لیتا ہے۔ حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ ایسے نتائج کو شیاطین معنویہ سے تعبیر فرماتے ہیں، مثلاً جب اہل بیت بشہادت قرآن وحدیث وقرار داد اہل اللہ کمال ایمان کا موجب ہے بلکہ بلحاظ اصول عین ایمان سمجھا گیا ہے۔ اس اصل صحیح میں غلو کرنے والے دو فرقے ہوئے، ایک فریق نے بغض وسب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا راستہ لے لیا۔ کہ انھوں نے بعد آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (بخیال ان کے) اہل بیت کا منصب اور حق غضب کر لیا ہے۔ دوسرا فریق معاذ اللہ خدا ورسول اور جبرائیل تک کے گستاخ ہوئے، بدیں خیال کہ رتبہ اہل بیت اور صحابہ سے تقدم پر نص کیوں نہیں وارد ہوئی۔ یہ سب اسی اصل صحیح حب اہل بیت میں غلو کے نتائج فاسدہ ہیں۔ ایسے ہی اللہ کے نیک بندوں کی محبت خدا کے قرب کے ذرائع سے ہے۔ اس کے باوجود اگر حد سے بڑھ جائے یعنی انہیں نیک بندوں کو معبود بنا لیا جائے۔ یا ان کو مستقل طور پر تصرف کرنے والے سمجھ لیا جائے۔ یا اس طرح تصرف شریک سمجھا جائے کہ اللہ تعالیٰ ان کی شرکت کے بغیر جہان کا انتظام نہیں چلا سکتے اور ان کی بات ماننے پر مجبور ہوتے ہیں، تو یہی محبت موجب شرک ہو جائے گی اور وہی محبت مشرک اور ناقابل مغفرت ہو جائے گی۔ لہٰذا حب اہل بیت ومقبولان خدا صاحب اعتدال اور صراط مستقیم پر قائم رہنے والوں کے لیے، تو مفید موجب کمال ہوئی لیکن افراط وتفریط کرنے والے دونوں فریق منجملہ گمراہوں کے ہوئے۔ (۲۸)

قرآن وحدیث، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت اور تعامل صوفیہ سے یہ بات واضح ہوئی کہ دین میں کوئی جبر نہیں اور ایک مسلمان سلامتی کا علمبردار اور قیام امن کا داعی ہوتا ہے۔ مسلمان کو علم دین کے مطابق کردار اور عمل کے لیے روحانی تربیت کی ضرورت ہوتی ہے، صوفیہ نے روحانیت کے ذریعہ فروغ رواداری اور قیامِ امن کے لیے ہر دور میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ عصرِ حاضر میں بھی ملک پاکستان اور دنیا میں فروغ رواداری اور قیام امن کے لیے صوفیہ کی تعلیمات اور کردار کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔

◆◆◆

حواشی وحوالہ جات

۱۔ بقرہ:۲۶۸

۲۔ آرنلڈ، تھامس، پروفیسر The preaching of Islam (دعوت اسلام، مترجم شیخ عنایت اللہ)، لاہور: محکمہ مذہبی امور واوقاف پنجاب، طبع دوم، ۲۰۰۴ء

۳۔ ایضاً

۴۔ النحل:۱۲۵

5 توبہ:۶

۶ پرنس کیتانی، تاریخ اسلام، اورینٹل پبلی کیشنز، کلکتہ، ۱۹۳۱ء، ۲/۱/۸۳۱۔۸۶۱

۸۔ العنکبوت:۴۶

۹۔ دعوت اسلام، ص:۲۵۔۳۰

۱۰۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب: المسلم من سلم المسلمون من لسانہ، بیروت: دارالکتاب العربی، ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء، رقم الحدیث:۱۰، ص:۱۶

۱۱ بقرہ:۲۰۸

۱۲۔ گولن، فتح اللہ، محمد، نورِ سرمدی فخر انسانیت محمد ﷺ، مترجم: محمد اسلام، اسلام آباد: ہارمنی پبلی کیشنز، طبع دوم، ۲۰۱۴ء، ص:۲۳۸۔۲۴۰

۱۳۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ ابوعیسیٰ، السنن، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲ء رقم الحدیث:۲۶۷۶، ص:۱۰۴۱

۱۴۔ مسلم، ابن حجاج، قشیری، الجامع الصحیح، کتاب الطھارۃ، باب: وجوب غسل البول وغیرہ من النجاسات اذا حصلت فی المسجد، بیروت: دارالکتاب العربی، ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء، رقم:۲۵۸، ص:۱۳۳

۱۵۔ طالب الہاشمی، وفودِ عرب بارگاہ نبوی ﷺ میں، لاہور: طہ پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء، ص:۱۶۹۔۱۷۰

۱۶۔ بقرہ:۲۵۶

۱۷۔ محمد علی، صلابی، الفاروق عمر بن الخطاب: شخصیتہ وعمرہ (مترجم)، مظفر گڑھ: مکتبہ الفرقان، س ن، ص:۱۸۴

۱۸۔ دینوری، ابوحنیفہ، الاخبار الطوال، مصر: ادارہ العامہ للثقافۃ، ص:۲۲۰

۱۹۔ مناظر احسن، سید گیلانی، حضرت امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء، ص:۱۲۴۔۱۲۵

۲۰۔ عطار، فرید الدین، حسین بن منصور حلاج، مترجم: عبدالحمید یزدانی، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء، ص:۱۵

۲۱۔ فرشتہ، محمد قاسم، تاریخ فرشتہ، مترجم: فدا علی طالب، لاہور: مشتاق بک کارنر، ۲۰۰۲ء، ۱/ ۱۵۷

۲۲۔ دعوت اسلام، ص: ۲۶۳۔ ۲۶۴

۲۳۔ محمد اکرم، شیخ، رودِ کوثر، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، طبع سوم، ۲۰۱۵ء، ص:۳۲۱

۲۴۔ سرہندی، خواجہ بدر الدین، حضرات القدس، (اردو)، سالک صوفی، لاہور: بک ہوم، ، ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء، ص:۴۳۲

۲۵۔ کشمی، محمد ہاشم، زبدۃ المقامات، کراچی: ادارہ مجددیہ، ۱۹۸۶ء، ص:۱۹۷۔۱۹۸

۲۶۔ شمس، محمد ہمایوں عباس، ڈاکٹر، حضرت مجدد الف ثانی کی علمی و دینی خدمات، لاہور: پروگریسو بکس، ۲۰۱۶ء، ص:۱۰۴۔۱۰۵

۲۷۔ مجدد الف ثانی، شیخ احمد، سرہندی، مکتوبات، دفتر ۲، مکتوب:۵۵، لاہور: پروگریسو بکس، طبع دوم، ۲۰۱۲ء، ص:۱۰۴۔۱۰۵

۲۸۔ رودِ کوثر، ص:۵۷۵۔۵۷۶

۲۹۔ مہر علی شاہ، پیر سید، تصفیہ مابین سنی وشیعہ، لاہور: پرنٹنگ پروفیشنلز، طبع سوم، ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۵ء، ص:۹۱

♦♦♦